جاوید چودھری

پارمینو

دارا نے سکندر اعظم کو پیشکش کی، امن کا معاہدہ کر لو میری نصف سلطنت لے لو، سکندر نے پیشکش ٹھکرا دی جب سفیر واپس جانے لگا تو سکندر کے سپہ سالار پارمینو نے ٹھنڈی سانس بھری اور سکندر اعظم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''اگر میں سکندر ہوتا تو یہ پیشکش فوراً قبول کر لیتا'' سکندر مسکرایا، پارمینو کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستگی سے کہا ''ہاں میں بھی قبول کر لیتا اگر پارمینو ہوتا''۔

سچی بات یہ ہے کہ اگر بت شکن طالبان کو امریکہ، جاپان، برطانیہ، فرانس اور فن لینڈ کے سفیر بیوقوف کہتے تو مجھے شاید کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن جب میں نے یہ بات یونان کے سفیر ومترے لانڈریس کے منہ سے سنی تو مجھے بہت افسوس ہوا اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو یقیناً اسے بھی اتنا ہی دکھ پہنچتا کیونکہ فن لینڈ، جرمنی، فرانس، برطانیہ، جاپان اور امریکہ کے شہریوں کا بھی سکندر اعظم سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا ہمارا اس یونانی فاتح سے لیکن محترم دمترے لانڈریس تو اس عظیم سپہ سالار اس عظیم فاتح کے باقاعدہ ''برخوردار'' ہیں لہٰذا انہیں تو پارمینو کی طرح سوچنے اور پارمینو کی طرح طالبان سے شکوہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

یہ عجیب بات نہیں افغانستان 22 برس سے حالت جنگ میں ہے۔ ان 22 برسوں میں پچاس لاکھ افغانی جلا وطن ہوئے لیکن دنیا کو افسوس نہیں ہوا۔ 40 لاکھ افغانی شہید ہوئے، زخمی ہوئے، معذور ہوئے لیکن دنیا کو کوئی دکھ نہیں پہنچا۔ سوویت یونین کی فوجوں کی واپسی سے سات آٹھ برس تک افغانستان میں خانہ جنگی ہوتی رہی لیکن دنیا کے دل میں رحم کا جذبہ نہیں جاگا۔ پانچ برس تک افغانستان قحط، خشک سالی اور غربت کا شکار رہا لیکن دنیا کی ممتا خاموش رہی اور اب دنیا کے بڑے بادشاہوں نے اس جنگ زدہ غریب اور بھوکے افغانستان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ ہزاروں بیمار بچے دواؤں کو ترس رہے ہیں اور لاکھوں لوگ شدید سردی میں آگ، تیل اور روٹی کے لئے ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں لیکن انقرہ سے لیکر میکسیکو دنیا کے کسی ملک نے سسکی تک نہیں لی۔ بیجنگ سے لیکر ٹوکیو، ٹوکیو سے لیکر سڈنی تک کسی شخص، کسی ادارے کے حلق سے آہ تک نہیں نکلی لیکن جوں ہی طالبان نے دو بت توڑنے کا اعلان کیا ٹوکیو سے سڈنی تک اور میکسیکو سے انقرہ تک دنیا کے حلق سے آہیں بھی نکل رہی ہیں اور سسکیاں بھی، دنیا کی آنکھوں میں ترس بھی جاگ اٹھا۔ ممتا بھی، رحم بھی، دکھ بھی اور افسوس بھی۔ اب دنیا میں قرار دادیں بھی منظور ہو رہی ہیں، میمورنڈم بھی پیش ہو رہے ہیں، وفد بھی بن رہے ہیں۔ فلمیں بھی تیار ہو رہی ہیں، دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں، منتیں بھی کی جاری ہیں اور افغانوں کو مجسموں کی قیمت بھی پیش کی جا رہی ہے اور یہ سب کون کر رہا ہے اور کس کے لئے کر رہا ہے؟

یہ سب کچھ مہاتما بدھ کے دو ایسے مجسموں کے لئے کیا جا رہا ہے جو باقاعدہ مجسمے بھی نہیں ہیں وہ ادھورے نقش

ہیں جو بامیان کی دو پہاڑیوں پر کھدے ہوئے ہیں۔ان میں ایک نقش 55 میٹر بلند ہے اور دوسرا 38 میٹر، یہ دونوں مجسمے فقط نقش ہیں۔عبادت گاہیں نہیں اور یہ سب کچھ کون کر رہا ہے۔اس افسوس، اس دکھ، اس رحم اور اس ترس کا جذبہ کس کے دل میں موجزن ہے، امریکہ کے دل میں، اس امریکہ کے دل میں جس نے خلیج کی جنگ کے دوران عراق کی 109 مسجدیں شہید کر دی تھیں جس نے سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کو یتیم، بیوہ اور رنڈوا کر دیا تھا۔ جو آج بھی عراق کو اس وقت تک ڈسپرین کی گولی نہیں دیتا جب تک اسے سو عراقیوں کی موت کی خبر نہیں مل جاتی۔ جس نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران جاپان کے دو عظیم شہروں کو قبرستان بنا دیا تھا۔ یہ ترس، یہ رحم، یہ دکھ اور یہ افسوس کیسے محسوس ہو رہا ہے۔ یورپ کو، اس یورپ کو جس کے عین قلب میں لاکھوں بوسنیائی مسلمان قتل کر دیئے گئے۔ کوسوو میں ہر اس بچے کو ماں کے پیٹ سے نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیا جس کے آباؤ اجداد میں تین چار سو سال پہلے کوئی مسلمان گزرا تھا۔ اقوام متحدہ کے دارالامان جی ہاں حد ملاحظہ کیجیے۔سربانیکا شہر سے چھ ہزار مسلمانوں کی اجتماعی قبر برآمد ہوئی اور رہیں مساجد تو آج بوسنیا میں ایک بھی ایسی مسجد نہیں ہے جس کی دیواروں پر گولیوں کے نشان نہ ہوں۔ جس کے منبر پر خون کے دھبے نہ ہوں اور جس کے فرش پر بے گناہ، معصوم خواتین کی آبروریزی نہ کی گئی ہو۔اس افسوس، اس دکھ، اس رحم اور اس ترس کا اظہار سپین کر رہا ہے وہ سپین جس نے ہسپانیہ کے ایک ایک شہر، ایک ایک قصبے اور ایک ایک گاؤں سے مسلم تہذیب، مسلم ثقافت اور مسلم روایات کے نقش کھرچ کھرچ کر صاف کر دیئے تھے۔ وہ سپین جس میں دو سو سال تک اسلامی نام رکھنے پر پابندی تھی، جس کے ایک شہر قرطبہ میں چار ہزار دو سو مسجدیں شہید کی گئی تھیں اور جس کے ایک بادشاہ کالوس پنجم کے حکم سے مسجد قرطبہ کا ایک بڑا حصہ شہید کر کے وہاں چرچ بنا دیا گیا اور یہ ترس، یہ رحم، یہ دکھ اور یہ افسوس اس بھارت کو محسوس ہو رہا ہے جس نے مسلمانوں کا مذہبی، ثقافتی ورثہ بابری مسجد شہید کر دی تھی۔ جس نے چرار شریف کو آگ لگا دی تھی۔ جس نے 1129 مساجد کی ایک ہٹ لسٹ تیار کر رکھی ہے جو قطب مینار توڑنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور جس نے ملک میں گرجا گھر جلانے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ یہ کیا منافقت ہے کہ اگر کسی ملک میں لاکھوں لوگ جنگ کا ایندھن بن جائیں ، بھوک، قحط اور بیماری کے ہاتھوں مر جائیں تو انقرہ سے لیکر میکسیکو اور سڈنی سے لیکر ٹوکیو تک کوئی احتجاج ہوتا ہے اور نہ ہی افسوس اگر طالبان بت توڑنے کا اعلان کر دیں تو بتوں کی حفاظت کے لئے 104 ممالک اکٹھے ہو جاتے ہیں۔قراردادیں منظور ہونے لگتی ہیں اور میمورنڈم پیش ہونے لگتے ہیں اور یہ بھی تو منافقت ہے کہ پیرس میں کسی مسلمان لڑکی کو سر پر سکارف لینے کے جرم میں سکول سے نکال دیا جائے اور کوئی مسلمان تنظیم اس پر احتجاج کرے تو پورا یورپ اسے فرانس کی آزادی میں مداخلت قرار دیتا ہے لیکن دوسری طرف جب طالبان اپنے ملک کی بے جان پراپرٹی، مٹی کے چند بت اور چند ادھورے نقش توڑنے کا اعلان کرتے ہیں تو فرانس سمیت پوری دنیا اسے ظلم اور زیادتی قرار دیتی ہے۔ کل رات اسلام آباد میں ایک صاحب فرما رہے تھے ''اگر میں ملا عمر ہوتا تو یہ بت توڑنے کی بجائے مغرب کو بیچ دیتا''۔ میں نے عرض کیا ہاں ''اگر ملا پاکستان کے وزیر ہوتے تو وہ بھی یقیناً یہی کرتے''۔ (مطبوعہ روزنامہ ''جنگ'' ۶ مارچ ۲۰۰۱ء)